قسط نمبر (۲)

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا ارشاد الحق صاحب
ادارہ علوم اثریہ، لائل پور

احسن الکلام

(۲) العلاء بن عبدالرحمٰن کے متعلق فرماتے ہیں۔

مؤلف خیر الکلام کا یہ کہنا کہ علاء بن عبدالرحمٰن پر جرح مبہم ہے ...... محض تسکین قلب کا سامان ہے۔ امام ابن معین نے ان پر جرح مفسر کی ہے۔"

احسن الکلام ج ۲ صـ۱۴۲

امام ابن معین نے العلاء پر کیا جرح کی ہے اس کے الفاظ ہیں "لیس حدیثه بحجة" یعنی اس کی حدیث حجت نہیں۔ دیانت داری کی بات ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے یہاں بھی اپنی فہم و بصیرت کا خون کیا ہے۔ جب جماعت کے شیخ الحدیث صاحب کا مبلغ علم یہ ہو تو ہم ایسے طالب علموں کا خدا حافظ۔ حضرت "لیس حدیثه بحجة یا لیس بحجة" کے الفاظ جرح مفسر پر قطعًا دال نہیں بلکہ اس سے محض راوی کے درجہ کاملہ کی نفی مراد ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے ترجمہ میں اس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ مزید سنئے۔ مولانا امیر علی رح فرماتے ہیں۔

"قلت فالرجل اذا لم یکن حجة عندهم لا ینافی ان یکون صدوقا بل ثقة فقد کانوا یقولون الرازی هو ثقة فاذا قیل فهو حجة اھ آخر الحجة یحیی القطان"

تعقیب التقریب صـ۲۲۲

اسی طرح موصوف ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"اذا قیل فیه لیس بحجة فهو احسن حلا من الذی قیل لیس بالقوی فان الاول ربما یکون ثقة لکن لا یکون کیحیی بن سعید القطان و اضرابه" التهذیب ص۱۲

سوال یہ ہے کہ "لیس بالحجة" میں سبب جرح کیا ہے؟ ایسے راوی کی عدالت میں کلام

ہے یا حفظ و ضبط میں ؟ اس کی کہیں صراحت تو کجا علمائے فن نے ایسے راوی کو ثقہ و صدوق کے منافی خیال نہیں کیا - یہی وجہ ہے کہ الفاظ جرح میں ان الفاظ کو پانچویں درجہ میں شمار کیا گیا ہے - (وللتفصیل موضع اخر)

(۳) مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ :-

امام الجرح والتعدیل یحیی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی (عوام) حدیث لیس بشئ ہے اور امام احمد اس کو صاحب مناکیر کہہ کر منکر الحدیث بتا رہے ہیں - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مبارک پوری صاحب کے نزدیک یہ جرح مبہم ہے " احسن الکلام ص ۲۳۱ ج ۲

لیکن مولانا صاحب کا تعجب بے محل امام ابن معین کے قول " لیس بشئ " اور امام احمد کے قول له مناکیر کو جرح مفسر کہنا فن جرح و تعدیل سے ناواقفی کی بین دلیل ہے اور جب وہ ائمہ حدیث کی اصطلاحات سے نابلد ہیں تو ان کے تعجب و تاسف سے حقائق نہیں بدل سکتے -

ملحوظ خاطر رہے کہ لیس بشئ کے الفاظ بلاشبہ الفاظِ جرح میں شمار ہوتے ہیں لیکن امام ابن معین کے یہ الفاظ اس عمومی قاعدہ سے مختلف ہیں - ان کے نزدیک ان الفاظ کا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ راوی کثیر الحدیث نہیں چنانچہ علامہ سخاوی فرماتے ہیں -

قال ابن القطان ان ابن معین اذا قال فی الراوی لیس بشئ فانه یریدا به انه لم یرو حدیثا کثیرا - (فتح المغیث ص ۱۶۱)

اسی طرح حافظ ابن حجر ہدی الساری میں عبدالعزیز بن المختار بصری کے ترجمہ میں امام ابن معین کی اس " جرح " کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں -

" ذکر ابن القطان الفاسی ان مراد ابن معین بقوله فی بعض الروایات لیس بشئ یعنی ان احادیثه قلیلة "

مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی ظفر الامانی ص ۴۳ اور الرفع والتکمیل ص ۹۹ میں اس اصل کا ذکر کیا ہے - مولانا شیخ محمد قائم سندھی حنفی " الفوز الکرام " میں فرماتے ہیں -

ومما لیس بجرح متفق علیه قول ابن معین لیس بشئ لانه انما یرید اذا قال فی الراوی لیس بشئ انه لم یرو حدیثا کثیرا " -

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابن معین کے یہ الفاظ علی الاطلاق جرح پر دلالت ہی

نہیں کرتے چہ جائیکہ اسے جرح مفسر کہا جائے۔

اسی طرح امام احمد کے قول " لہ مناکیر " کو جرح مفسر کہنا بھی صحیح نہیں جب کہ ہم یہ بات قدرے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ کہ امام احمد غرائب اور افراد پر بھی منکر کا لفظ بولتے ہیں۔ اور اصول حدیث سے واقفیت رکھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کسی راوی کا غریب روایات بیان کرنا اس کے ضعف کا موجب نہیں بالخصوص جب کہ اس کی توثیق بھی منقول ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر ہدی الساری میں یزید بن عبداللہ بن خصیفہ الکندی کے ترجمہ میں امام احمد کی جرح " منکر الحدیث " کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" قلت هذه اللفظة يطلقها احمد على من يغرب على اقرانه بالحديث "

ہدی الساری ص ۴۲۳ ج ۲

" لہ مناکیر " کو " منکر الحدیث " کے معنیٰ میں حمل کر بھی لیا جائے جیسا کہ مولانا صفدر صاحب نے کیا ہے تو بھی امام احمد کے یہ الفاظ جرح مفسر پر دال نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ لیکن " لہ مناکیر " کو منکر الحدیث کے ہم پلہ و ہم مرتبہ قرار دینا بذات خود تعجب انگیز ہے جبکہ علمائے فن نے صراحت کی ہے اور ان الفاظ کی وضاحت میں کافی شرح وبسط سے کلام کیا ہے۔ مولانا لکھنوی فرماتے ہیں۔

" وان تفرق بين روى المناكير او يروى المناكير او فى حديثه نكارة ونحو ذالك وبين قولهم منكر الحديث ونحو ذلك۔ بان العبارات الاولى لا تقدح الراوى قدحاً يعتد به والاخرى تجرحه جرحا معتدا به "

الرفع والتکمیل ص ۹۸

یہئے مولانا لکھنوی فرماتے ہیں کہ " یروی مناکیر " ایسے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں چہ جائیکہ انہیں جرح مفسر قرار دیا جاتے بنا بریں اولاً لہ مناکیر کے معنیٰ " منکر الحدیث " کرنا اور دونوں الفاظ کو ہم پلہ وہم مرتبہ قرار دینا صحیح نہیں۔ ثانیاً امام احمدؒ کے الفاظ " منکر الحدیث " یا لہ مناکیر کو جرح مفسر بتلانا غلط ہے۔ اگر یہ جرح مفسر اور قابل اعتبار ہے اور تعدیل معتبر نہیں تو آپ کے " محقق نیموی " نے اس اثر کو حسن کن وجوہ کی بنا پر کہا ہے۔ ملاحظہ ہوں

تعلیق الحسن ص ۸۵ طبع ملتان

بادنیٰ تصرف ــــ میری وفا کو دیکھ کر میری ادا کو دیکھ کر   بندہ خدا منصفی کر نا خدا کو دیکھ کر

لیکن مولانا صفدر صاحب کی دلیری کی واقعۃً داد دینا پڑتی ہے کہ کلام امام احمد رحمہ کی جرح

لہ مناکیر یا منکر الحدیث میں ہے لیکن محدث مبارک پوری سے ان کا مطلق قول نقل کر گئے اپنے دعویٰ کی دھاک یوں بٹھاتے ہیں کہ "کیا مولانا کو اپنا کیا ہوا یہ ارشاد یاد نہیں کہ جس راوی سے متعلق منکر الحدیث ہونے کا الزام ہو اس کی حدیث قابل ترک ہے کیونکہ یہ جرح مفسر ہے
(بحوالہ ابکار المنن ص ۱۹۱)

حالانکہ اولاً یروی المناکیر کو منکر الحدیث کے معنیٰ میں حمل کرنا غلط ہے جیسا کہ ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں۔ لہٰذا جب اصل بنیاد اس قدر کمزور ہے تو اس پر جو مکان انہوں نے استوار کرنے کی کوشش کی ہے اس کی پختگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ثانیاً یہ محدث مبارک پوری پر افتراء ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ منکر الحدیث "جرح مفسر ہے" اگر مولانا صفدر صاحب مولانا مبارک پوری کی اصل عربی عبارت نقل کر دیتے تو اس حقیقت کی عقدہ کشائی کھل جاتی۔ چنانچہ مولانا کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

اما قول ابن المدینی روی احادیث مناکیر فهو لا یقتضی ضعفه بعد توثیق ابن معین وغیرہ قال السخاوی فی فتح المغیث قولهم روی مناکیر لا یقتضی بمجرد ترك روایته حتی تکثر المناکیر فی روایته وینتهی الی ان یقال فیه منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق به الترك بحدیثه و العبارة الاخری لا تقتضی الدیمومة کیف وقد قال احمد بن حنبل فی محمد بن ابراهیم التیمی یروی احادیث مناکیر وهو ممن اتفق علیه الشیخان و الیه المرجع فی حدیث انما الاعمال بالنیات انتهی"

ناظرین کرام یہ ہے وہ اصل عبارت جسے مولانا نے ابکار المنن ص ۱۹۱ پر نقل فرمایا ہے۔ اب اس میں یہ ترجمہ کس عبارت کا ہے کہ منکر الحدیث "جرح مفسر ہے" بلکہ اس سے تو ہمارے ہی موقف و مقصد کی تائید ہوتی ہے کہ امام احمد کا قول "لہ مناکیر" یہ جرح مفسر نہیں بلکہ علمائے فن نے الفاظ جرح میں ان الفاظ کا چنداں اعتبار نہیں کیا۔ البتہ "منکر الحدیث" کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ مولانا لکھنوی سے ہم ابھی نقل کر آتے ہیں۔ اور اگر یہ الفاظ (منکر الحدیث) امام احمد بھی استعمال کریں تو بھی یہ الفاظ موجب جرح و قدح نہیں۔ جب کہ امام احمد کے نزدیک اس سے مراد غریب روایات بیان کرنا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

(ثالثاً) علی وجہ التسلیم اگر اسی بات کا اعتراف کیا جائے جسے مولانا صفدر صاحب باور کرانا چاہتے ہیں تو عرض خدمت ہے کہ "ابکار المنن" "تحقیق الکلام" سے بعد کی کتاب ہے اگر اس میں انہوں نے کوئی زائد بات لکھی ہے (حالانکہ یہ ان پر نرا افتراء ہے) تو بھی اس میں عجب نہیں بعد کی کتب میں محو و اضافہ اور تحقیق و تفتیش سے بعض امور کی زیادتی میں مصنف کو حق حاصل ہوتا۔ جس سے مولانا صفدر صاحب کی یہ "کتاب" بھی "محفوظ" نہیں۔

(رابعاً) مولانا مبارک پوری پر صفدر صاحب کے تعجب کی حقیقت تو سن لی۔ اب ہمیں بھی ان سے یہ پوچھنے کا حق دیجئے کہ کیوں حضرت "آپ کو اپنا لکھا ہوا یہ ارشاد یاد نہیں" کہ "امام احمد کی اصطلاح منکر الحدیث کے بارے میں بالکل جدا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:۔

ان ابن حنبل یطلق علی من یغرب علی اقرانہ فی الحدیث ای یأتی بالغرائب انہ منکر الحدیث (ہامش تدریب الراوی ص ۲۳۴)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو راوی اپنے باقی ساتھیوں سے منفرد ہو کر کوئی غریب حدیث بیان کرے تو وہ منکر الحدیث ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ غریب حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ کما لا یخفی انتہی بلفظہ احسن الکلام ص ۲۳۹ ج ۱

؎ الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ناظرین فیصلہ فرمائیں مولانا صفدر صاحب نے امام احمد کے الفاظ "لہ مناکیر" کو جرح مفسر ثابت کرنے کے لیے پے در پے کس قدر ٹھوکرے دیئے۔ اور انصاف و حقیقت کا کتنا خون کیا ہے کہ اولاً اس کا معنیٰ منکر الحدیث کیا۔ ثانیاً "منکر الحدیث" کو جرح مفسر کہنے کے لئے مولانا مبارک پوری پر افتراء باندھا۔ پھر طرفہ یہ کہ خود "منکر الحدیث" کے الفاظ کو امام احمد کی "بالکل جدا" اصطلاح بھی قرار دیا۔ کیا مولانا صفدر صاحب سے بڑا بھی کوئی جرأت مند ہو گا؟

واقعۃً قولاً صفدر صاحب کے "عزم و حوصلہ" کی داد دینا پڑتی ہے کہ ایک مکان جسے وہ بڑی محنت سے کھینچا تانی کے بعد تیار کرتے ہیں۔ اسے خود اپنے دستِ مبارک سے گراتے ہوئے بھی کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے۔

محض نمونۃً ہم نے یہاں چند مقامات کی نشان دہی کی ہے۔ جہاں مولانا صفدر صاحب

نے فنِ رجال اور اصول حدیث کے سمجھنے میں سخت ٹھوکریں کھائی ہیں یا پھر بتدی حضرات کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے - یہی نہیں بلکہ ایسی متعدد مثالیں اس کتاب میں دیکھنے میں آتی ہیں - استیعاب قطعاً مقصود نہیں -

بعض تحقیقی مباحث پر نظر

اب ہم آخر میں کتاب کے چند ایک فنی قسم کے "تحقیقی" مباحث کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں - جس میں ہمارا مقصود یہ ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ان مباحث میں جو بلند بانگ دعوے کئے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے -

(۱) حدیث عبادہؓ بن صامت پر بحث کے دوران نافع بن محمود کی توثیق اور حدیث کی صحت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "امام دارقطنی اور ابن حبان فرماتے ہیں اگر کسی شخص سے دو راویوں نے روایت کی ہو تو وہ مجہول نہیں رہتا اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ امام دارقطنیؒ لکھتے ہیں وارتفاع اسم الجھالة له عنه ان یروی عنه رجلان فصاعداً فاذا کان ھذہ صفتة ارتفع عنه اسم الجھالة وصار حینئذ مرفوعا - اور علامہ سخاوی نے ان کا مسلک یوں نقل کیا ہے کہ من روی عنه ثقتان فقد ارتفعت جھالته وتثبت عدالته -

مطلب یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک اس صورت میں راوی اگرچہ مجہول العین نہیں رہا - مگر مجہول الوصف اور مجہول الحال بدستور ہے لیکن امام دارقطنی وغیرہ کے نزدیک باوجود مجہول الحال اور مستور ہونے کے وہ عادل ہو جاتا ہے اور اس کی حدیث حسن صحیح اور جید ہو جاتی ہے - اور جمہور نہ تو اس کو ثقہ اور عادل تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں "

احسن الکلام ص ۹۱/۹۲ ج ۲

مولانا صاحب کا یہ طویل اقتباس ہم نے محض ترمیم و تحریف کے الزام سے بچنے کے لیے نقل کیا ہے - ورنہ اس کا مفہوم اسی قدر ہے کہ جب کسی مجہول راوی سے روایت کرنے والے دو راوی ہوں تو امام دارقطنی کے نزدیک ان کی عدالت متحقق ہو جاتی ہے - لیکن جمہور ان کے برعکس ہیں -

بنا بریں نافع کی روایت کو ان کا حسن صحیح کہنا قابل اعتماد نہیں -

لیکن گزارش ہے کہ امام دارقطنیؒ کی طرف اس مسلک کی نسبت قطعاً صحیح نہیں - فتح المغیث اور سنن دارقطنی کی عبارتوں میں تفاوت ہے - جبکہ سنن میں ارتفع عنه اسم الجھالة کے الفاظ

ہیں اور فتح المغیث میں ارتفعت جہالتہ وتثبت عدالتہ کے الفاظ ہیں - اور ظاہر ہے کہ عدالت کے ثبوت کا ذکر سنن دار قطنی میں نہیں - بلکہ صرف اسم جہالت کے ارتفاع کا ذکر ہے اور صار حینئذ معروفا سے مراد معروف العدالت نہیں بلکہ شہرت عامہ مراد ہے اور یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے - چنانچہ خطیب فرماتے ہیں -

"واقل ما ترتفع به الجهالة ان يروی عن الرجل اثنان فصاعدا من المشهورين

...... نا ابو زکریا یحیی بن محمد بن یحیی قال سمعت ابی یقول اذا روی

عن المحدث رجلان ارتفع عنه اسم الجهالة قلت الا انه لا يثبت له حكم

العدالة بروايتهما عنه - الخ الکفایہ ص۸۹ -

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں یہی الفاظ امام دار قطنی نے سنن میں استعمال کئے ہیں - ہمارے اس قول کی تائید کتب جرح وتعدیل سے بھی ہوتی ہے - کیونکہ متعدد راوی ایسے ہیں جنہیں امام دار قطنی نے مجہول کہا ہے حالانکہ اسی سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد راوی ہوتے ہیں - مثلاً موسےٰ بن ہلال کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں -

"وفی اسئلة البرقانی انه سأل الدارقطنی عن موسٰی بن هلال فقال هو مجهول" لسان ص۱۳۶ ج۶

قابل غور بات یہ ہے کہ موسٰی بن ہلال وہ راوی ہیں جن سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت لی ہے -

مثلاً امام احمد، الفضل بن سہل، عبید بن الوراق، محمد بن جابر المحاربی، محمد بن اسماعیل الاحمسی وغیرہ لیکن بایں ہمہ امام دار قطنی اسے مجہول کہہ رہے ہیں -

(۲) امام دار قطنی سنن میں ایک روایت بواسطہ یونس بن ابی اسحاق الهمدانی عن امه العالیہ بنت انفع قالت حججت انا وام محبة الحدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں -

"ام محبة والعالية مجهولتان لا يحتج بهما" (سنن دار قطنی ص۳۱۱)

اس کے متصل بعد انہوں نے اسی روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے جس میں العالیہ سے روایت کرنے والا اس کا خاوند ابو اسحاق ذکر کیا ہے - اب اس روایت کو العالیہ سے بیان کرنے والے دو راوی (یونس اور ابو اسحاق یعنی باپ اور بیٹا) ہوئے اور وہ دونوں ثقہ ہیں لیکن پھر بھی امام دار قطنی العالیہ کو مجہول کہہ رہے ہیں - سنن کے علاوہ امام

دارقطنی العالیہ کو مجہول کہہ رہے ہیں۔ سنن کے علاوہ امام دارقطنی یہی روایت ان ہی دو واسطوں سے "المؤتلف والمختلف" میں بھی لائے ہیں اور وہاں بھی العالیہ کو مجہول کہا ہے۔ ملاحظہ ہوں (التعلیق المغنی ص ۳۱۱)

اب علامہ سخاوی کی ذکر کردہ عبارت اور مولانا صفدر صاحب کے بیان کے مطابق "العالیہ" کو ثقہ کہنا چاہیئے تھا۔ ولیس کذالک۔

(۳) ابو غطفان المری۔ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور امام دارقطنی نے انہیں مجہول کہا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجر انتہائی تعجب کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ويبعد هذا الظاهر ان مثل الدارقطني لا يخفى عليه حال المري وقد جزم بان هذا مجهول" (تہذیب)

حافظ ابن حجرؒ کا یہ تعجب بجا ہے جب کہ ابو غطفان صحیح مسلم کا راوی ہے جس پر انہوں نے استدراک لکھا ہے۔

امام ابن معین اور امام نسائی ایسے کبار محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام دارقطنی نے اسے مجہول کہا ہے۔ جس کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں (۱) یا تو متقدمین میں سے اس کی توثیق کا انہیں علم نہیں ہوا اور صرف صحیح مسلم کا راوی ہونے پر اس کی توثیق کو تسلیم نہیں کیا۔ (۲) یا پھر اسی سے دو راوی روایت کرنے والے انہیں میسر نہیں آئے۔ لیکن یہاں دوسرا احتمال صحیح نہیں جب کہ ابو غطفان سے روایت کرنے والے متعدد ہیں۔ سنن دارقطنی ص ۱۵۳، اور ابوداؤد میں اس کا شاگرد عقبہ بن الاغنس مذکور ہے اور صحیح مسلم ص ۱۷۳ ج ۲ میں اس کا دوسرا شاگرد عمرو بن حمزہ ہے اور ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ امام دارقطنی نے صحیح مسلم پر استدراک لکھا ہے تو لامحالہ صحیح مسلم کا دوسرا شاگرد عمرو بھی ان کے زیر نظر ہوتا۔ لیکن دو راوی ہونے کے باوجود انہوں نے اسے مجہول کہا ہے۔

الغرض اس قسم کے متعدد راوی ہمارے زیر نظر ہیں جنہیں امام موصوف نے مجہول کہا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہوں تراجم، ایوب بن محمد ابو سہل، حسن بن مہدی، حفص بن ابی حفص، احمد بن ابی اسحاق، احمد بن عبیدان الشیرازی وغیرہ (لسان، میزان)

ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ امام دارقطنی کا یہ مسلک قطعاً نہیں کہ جس راوی سے دو راوی روایت کرتے ہوں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر

امام ابن حبان کا مسلک نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هو مذهب شيخه ابن خزيمة ولكن جهالته باقية عند غيره" (لسان ص ۱۴ ج ۱)

ظاہر ہے کہ عند غیرہ میں امام دارقطنی شامل ہیں۔ تبھی تو محدثین نے ان کی توثیق و تعدیل پر اعتماد کیا ہے ورنہ امام ابن حبان کی توثیق پر اعتراض کے باوجود امام دارقطنی کی توثیق پر خاموش رہنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی بلکہ ایسی صورت میں علماء نے ان پر اعتماد کا اظہار کیا ہے چنانچہ حدیث "يسأل عن اشتراء الرطب بالتمر" پر بحث کرتے ہوئے شارحین نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں زید ابو عیاش مجہول ہے اور اس کے قائل امام ابو حنیفہ، امام طحاوی، امام طبری اور حافظ عبد الحق ہیں لیکن حافظ ابن حجر ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"والجواب ان الدارقطني قال انه ثقة ثبت" الخ (نیل الاوطار ص ۱۹۹ ج ۵۔ تلخیص الحبیر ص ۲۳۵)

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علمائے فن نے ایسی صورتوں میں بھی امام دارقطنی کی توثیق و تعدیل پر اعتماد کیا۔ متقدمین کی کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود ہمیں ابھی تک کوئی ایسا مقام نظر نہیں آیا جہاں ان کی توثیق کو یہ کہہ کر رد کیا گیا ہو کہ "وہ مجہول الحال کو ثقہ کہنے میں متساہل ہیں، اس لئے ان کی توثیق معتبر نہیں"

الغرض امام دارقطنیؒ کی طرف اس مسلک کی نسبت صحیح نہیں۔ ان کا وہی مسلک ہے جو جمہور محدثین اور علمائے فن کا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ یہاں مولانا صفدر صاحب نے امام دارقطنی کی توثیق کو محض اس لئے رد کیا ہے کہ وہ .. "مجہول الحال کو ثقہ کہنے میں متساہل ہیں" اور جمہور علماء ان کے خلاف ہیں۔ لیکن جب ایسی روایت جو ان کے مسلک کی مؤید ہے اور وہاں راوی کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل سے ثابت نہیں لیکن وہاں اس کی توثیق اور حدیث کی صحت پہ امام دارقطنی کے اسی اصول کا سہارا لیتے ہیں چنانچہ موصوف حدیث "من صلی خلف الامام فقراءۃ الامام له قراءۃ" نقل کرتے ہوئے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ان سے (یعنی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج) علاوہ امام ابوالشیخ اصبہانی کے القاضی ابواحمد محمد بن ابراہیم بھی روایت کرتے ہیں اور مشہور محدث امام دارقطنی لکھتے ہیں کہ:

"ارتفاع اسم الجہالۃ ان یروی عنہ رجلان فصاعدا فاذا کان ھذہ صفتہ ارتفع عنہ اسم الجہالۃ وصار حینئذ معروفا"

امام دارقطنی کے اس ضابطہ کے مطابق عبدالرحمٰن بن احمد مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔ (تسکین الصدور فی احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور ص ۱۸۳ - ۱۸۴)

ناظران کرام! خدارا غور فرمائیں، اگر یہ قاعدہ درست ہے تو احسن الکلام میں امام دارقطنی کی صراحت توثیق کو نظر انداز کر دینا دیانت کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ کس قدر تعجب انگیز بات ہے کہ جس "قاعدہ" کو مولانا صفدر صاحب نے جمہور محدثین کے خلاف اور غیر معتبر ثابت کرنے میں احسن الکلام کے ڈیڑھ دو صفحے سیاہ کرنے میں بڑی "عرق ریزی" سے کام لیا، لیکن دوسرے مقام پر جہاں مفید مطلب پایا تو اسی غیر معتبر وشاذ "اصول" کا سہارا لیا، کتنی جرأت ہے مولانا صاحب میں؟

اور مزید بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ "کتاب" صرف مولانا صفدر صاحب کی کوشش کا ہی ثمرہ نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے ایک مشاورتی بورڈ کی تائید وحمایت بھی اسے حاصل ہے جس میں مولانا خیر محمد جالندھری مرحوم، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتان، مولانا محمد عبداللہ صاحب ساہیوال، مولانا محمد علی صاحب جالندھری مرحوم، مولانا غلام غوث صاحب، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال مولانا نذیر اللہ صاحب گجرات اور مولانا محمد اسحٰق صاحب نائب خیر المدارس جیسے اکابر شامل تھے۔ اس کتاب کا ان بزرگوں نے حرف بحرف سماع کیا اور بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا (تسکین الصدور ص۱۵)

لیکن سب سے بڑے دکھ کی بات یہ کہ مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک اور مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نے کتاب کو دیکھے بغیر اپنی کورانہ تقلید

کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے تمام پہلوؤں پر اتفاق رائے کا اظہار فرمایا (ملاحظہ ہو ص ۱۴) جو قطعاً اہل علم کی شان کے منافی ہے۔

ہم اس مؤقر جریدہ کی وساطت سے ان بزرگان کرام اور بالخصوص مولانا صفدر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ کیا امام دارقطنی کی مذکورۃ الصدر عبارت سے یہ باور کیا جائے گا کہ عبدالرحمٰن الاعرج ثقہ ہے؟ اور کیا ایسے ہی دوسرے مقامات میں دیگر رواۃ کو ثقہ کہا جائے گا؟ تو نافع بن محمود بن ربیع غریب کا کیا جرم کہ امام دارقطنی کی صراحتہ توثیق و تعدیل بھی اس کے حق مسموع نہیں ہے کوئی ظلم کی بھی انتہا!

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اسی طرح امام دارقطنی ہی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"اس سے بڑھ کر امام دارقطنی بسا اوقات ضعیف راویوں کو ثقہ اور ان کی حدیث کو حسن کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک سند میں عبداللہ بن لہیعہ آیا جو جمہور محدثین اور خود امام دارقطنی کو بھی اس کا اقرار ہے مگر وہ بایں ہمہ اس کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ هذا الحديث حسن وابن لهيعة ليس بالقوى الخ (بحوالہ سنن دارقطنی)

ہم نے اپنے مقالہ "امام دارقطنی" میں ان اس قسم کے تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے جو الحمدللہ ادارہ علوم اثریہ کی طرف سے طبع ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ اصحاب ذوق کے لئے مفید ہوگا۔ نمونتہً ہم یہاں مولانا صفدر صاحب کے اسی اعتراض کی وضاحت کئے دیتے ہیں:

ابن لہیعہ ضعیف ہے یا نہیں، سردست ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ البتہ شیخ احمد شاکر کی رائے اس سلسلہ میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہے:

"وهو ثقة صحيح الحديث وقد تكلم فيه كثيرون بغير حجة من جهة حفظه وقد تتبعنا كثيرا من حديثه وتفهمنا كلام الائمة فنرجح لنا انه صحيح الحديث" (تعليق الترمذى ص ۱۶، ج ۱)

(باقی آئندہ)